

تفہیم القرآن

میکم

(۲)

امد ذکر کرو اس کتاب میں موسیٰ کا۔ وہ ایک چیدہ شخص تھا اور رسول بنی تھا۔ ہم نے اُس کو طور کے وہی

لے اصل میں لفظ شخص استعمال ہوا ہے جس کے معنی میں خاص کیا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ سفر میں موسیٰ ایک

ایسے شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنا کر دیا تھا۔

۱۔ "ول" کے معنی میں فرستادہ، بھیجا ہوا۔ اسی معنی کے لحاظ سے عربی زبان میں قاصد پیغام بر، اچھی اور سفیر کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور قرآن میں یہ لفظ یا تو ان ملائکہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کا خاص پر بھیجے جاتے ہیں، یا پھر ان انسانوں کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جو نہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کی طرف اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مامور فرمایا۔

نبی کے معنی میں اہل لغت کے درمیان اختلاف ہے بعض اس کو افظ نبأ سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی خبر کے ہیں، اور اس اصل کے لحاظ سے نبی کے معنی "خبر دینے والے" کے ہیں بعض کے نزدیک اس اُمداد ثبو ہے، یعنی رفعت اور بلندی۔ اور اس معنی کے لحاظ سے نبی کا مطلب ہے "بلند مرتبہ اور عالی مقام"۔ آدھری نے کسائی سے ایک تیسرا قول نقل کیا ہے کہ یہ لفظ نبی سے ہے جس کے معنی طریق اور راستے کے ہیں، اور انبیاء کو نبی اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہیں۔

پس کسی شخص کو رسول نبی کہنے کا مطلب یا تو عالی مقام پمیر ہے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دینے والا پیغمبر، یا پھر وہ پیغمبر جو اللہ کا راستہ بتانے والا ہے۔

قرآن مجید میں یہ دونوں افاننا بالعموم ہم معنی استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی شخصیت کو نبی

جانب سے دکھلاؤ اور ان کی گفتگو سے اس کو قریب عطا کیا، اور اپنی مہربانی سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اسے (مدوکار کے طور پر) دیا۔

اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ وہ اپنے گھروالوں کو نماز اور نکوۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رجب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔

دقیقہ ماشیہ ۳۶۲) کس مرف رسول کہا گیا ہے اور کس مرف نبی اور کس رسول اور نبی ایک ساتھ لیکن بعض مقامات پر رسول اور نبی کے الفاظ اس طرح بھی استعمال ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مرتبہ یا کام کی نوعیت کے لحاظ سے کوئی اصطلاحی فرق ہے۔ مثلاً سورہ ج۔ کوثر، میں فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا... ہم نے تم سے پہلے نہیں بھیجا کوئی رسول اور نبی مگر... یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ رسول اور نبی دو الگ اصطلاحیں ہیں جن کے درمیان کوئی معنوی فرق ضرور ہے۔ اسی بنا پر دہلی تفسیر میں یہ بحث چلی پڑی ہے کہ اس فرق کی نوعیت کیا ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قطعی دلائل کے ساتھ کوئی بھی رسول اور نبی کی الگ الگ حقیقتوں کا تعین نہیں کر سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جرات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول کا لفظ نبی کی نسبت خاص ہے یعنی ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا، یا بالفاظ دیگر انبیاء میں سے رسول کا لفظ ان جلیل القدر ہستیوں کے لیے بولا گیا ہے جن کو عام انبیاء کی نسبت زیادہ اہم منصب سپرد کیا گیا تھا۔ اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد سے حضرت ابوہریرہ سے اور امام نے حضرت ابوذر سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ۳۱۳ یا ۳۱۵ بتائی اور انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ایک لاکھ ۴۴ ہزار بتائی۔ اگرچہ اس حدیث کی سندیں ضعیف ہیں، مگر کئی مسئلوں سے ایک بات کا نقل ہونا اس کے ضعف کو بڑی مدد دے کر دیتا ہے۔

۱۔ کوہ طور کے داہنی جانب سے طواس کا مشرقی دامن ہے۔ چونکہ حضرت موسیٰ مدین سے معر جاتے ہوئے اس راستے سے گزر رہے تھے جو کوہ طور کے جنوب سے جاتا ہے، اور جنوب کی طرف سے اگر کوئی شخص طور کو دیکھے تو اس کے دائیں جانب مشرق اور بائیں جانب مغرب ہوگا، اس لیے حضرت موسیٰ کی نسبت سے طور کے مشرقی دامن کو داہنی جانب فرمایا گیا، جسے ظاہر ہے کہ بجائے خود پہاڑ کا کوئی دایاں یا بائیں رخ نہیں ہوتا۔

۲۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ نساء ماشیہ نمبر ۲۰۶

اوداس کتاب میں اودیش کا ذکر کرو۔ وہ ایک باز انسان اور ایک نبی تھا اور اسے ہم نے بلند مقام پر اٹھایا تھا۔

۱۔ حضرت اودیس کے متعلق اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی تھے۔ مگر اکثریت اس طرف گئی ہے کہ حضرت نوح سے بھی پہلے گزشتہ میں نبی علیہ السلام سے کوئی صحیح حدیث ہم کو ایسی نہیں ملی جس سے ان کی شخصیت کے تعین میں کوئی مدد ملتی ہو۔ البتہ قرآن کا ایک اشارہ اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ وہ حضرت نوح سے مقدم ہیں کیونکہ بعد والی آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ انبیاء میں کا ذکر اور پکڑا ہے، آدم کی اولاد نوح کی اولاد و ابراہیم کا ذکر اور اسرائیل کی اولاد سے ہیں اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ عیسیٰ اور موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل میں سے ہیں، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اولاد ابراہیم سے ہیں اور حضرت ابراہیم اولاد نوح سے۔ اس کے بعد صرف حضرت اودیس ہی رہ جاتے ہیں جن کے متعلق یہ بھی لگتا ہے کہ وہ اولاد آدم سے ہیں۔

مفسرین کا عام خیال یہ ہے کہ بائبل میں جن بزرگ کا نام حنوک (Enoch) بتایا گیا ہے، وہی حضرت اودیس ہیں۔ ان کے متعلق بائبل کا بیان ہے:-

”اور حنوک پینسٹھ برس کا تھا جب اُس سے متوسل پیدا ہوا اور متوسل کی پیدائش کے بعد حنوک تین سو برس تک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔۔۔۔۔ اور وہ غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھالیا۔“

(پیدائش، باب ۵ - آیت ۲۱-۲۲)

تلمود کی اسرائیلی روایات میں ان کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح سے پہلے جب بنی آدم میں بگاڑ کی ابتدا ہوئی تو خدا کے فرشتے نے حنوک کو، جو لوگوں سے الگ تھگ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے، پکارا کہ ”اے حنوک، اٹھو، گوشہ عزلت سے نکلو اور زمین کے باشندوں میں چل پھر کر ان کو رہ راستہ بتاؤ جس پر ان کو چلنا چاہیے اور وہ طریقے بتاؤ جن پر انہیں چل کرنا چاہیے۔“ یہ حکم پا کر وہ نکلے اور انہوں نے جگہ جگہ لوگوں کو جمع کر کے عقائد حقین کی اور نسل انسانی نے ان کی اطاعت قبول کر کے ان کی زندگی اختیار کر لی۔ حنوک ۲۵۳ برس تک نسل انسانی پر حکمران رہے۔ ان کی حکومت نے مختلف اور حق پرستی کی حکومت تھی۔ ان کے عہد میں زمین پر خدا کی رحمتیں برسی رہیں۔

۲۔ اس کا یہ دعا سادہ و عام مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اودیس کو بلند مرتبہ عطا کیا تھا، لیکن وہ اپنی

یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا آدم کی اولاد میں سے، اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا۔ ادا ہر ایم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے۔ امد یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمان کی آیات ان کو منائی جاتیں تو وہ تھے جو نہ مسجد سے میں مگر جاتے تھے میں

سجدہ

پھر ان کے بعد وہ مخالف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی۔ پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دو چار ہوں۔ البتہ جو توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کریں وہ جنت میں داخل ہونگے اور ان کی ذمہ برابر حق منفی نہ ہوگی۔ ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے اور یقیناً یہ وعدہ پورا ہو کر رہنا ہے۔ وہاں وہ کئی بہیمہ بات نہ سنیں گے، جو کچھ بھی سنیں گے ٹھیک ہی سنیں گے۔ اور ان کا رزق انہیں ہمیشہ

رتبہ ۴۳، اسرائیلی عدایات سے منتقل ہو کر یہ بات ہمارے ہاں بھی مشہور ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کو آسمان پر اٹھایا۔ بائبل میں تو صرف اسی قدر ہے کہ وہ غائب ہو گئے کیونکہ خدا نے ان کو اٹھایا، مگر تلمود میں اس کا ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے جس کا خلاصہ اس پر ہوتا ہے کہ جنوک ایک گہرے میں آئیں تھوڑے گھوٹوں سمیت آسمان پر چڑھ گئے۔ یعنی نماز پڑھنی چھوڑ دی، یا نماز سے غفلت اور بے پروائی برتنے لگے۔ یہ ہر امت کے زوال و انحطاط کا پہلا قدم ہے۔ نماز وہ اورین رابطہ ہے جو مومن کا زندہ اللہ علی تعالیٰ خدا کے ساتھ شب و روز جوڑے رکھتا ہے اور اسے خدا پرستی کے مرکز و محور سے بچھڑنے نہیں دیتا۔ یہ بندھن ٹوٹتے ہی آدمی خدا سے فاصلہ دور ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ عملی تعلق سے گزر کر اس کا خیالی تعلق بھی خدا کے ساتھ باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں پر بات ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان فرمائی ہے کہ پچھلے تمام انبیاء کی امتداد کا بگاڑ نماز ضائع کرنے سے شروع ہوا ہے۔

لہٰذا یہ تعلق بالمشکل کی اور اس کے فقدان کا لازمی نتیجہ ہے۔ نماز کی انصافیت سے جب دل خدا کی یاد سے غافل ہونے لگے تو جوں جوں یہ غفلت بڑھتی گئی خواہشات نفس کی بندگی میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ ان کے اخلاق اور عادات کا ہر گوشہ احکام الہی کے پھلنے اپنے من مانے طریقوں کا پابند ہو کر رہا۔

لہٰذا یہی جس کا وعدہ رحمان نے اس حالت پر کیا ہے کہ وہ جنتیں ان کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔

صبح و شام قنار بنے گا۔ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُس کو بنائیں گے جو پرہیزگار رہا ہے۔

اُسے محمدؐ، خاتمِ قبلہ کے دیکے ملک کے بغیر نہیں اُترا کرتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمہارا رب جھوٹے والا نہیں ہے۔ وہ وہ ہے

دعا شیعہ صغر سابق، لکھ اصل میں لفظ "سلام" استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں عیب اور نقص سے محفوظ۔ جنت میں جو عتیس انسان کو مشیر ہوگی ملازمین سے ایک بڑی نعمت۔ یہ ہوگی کہ وہاں کوئی مہربہ اور فضل اور گندی بات سننے میں نہ آئے گی۔ وہاں کا پورا معاشرہ ایک ستھرا اور سنجیدہ اور پاکیزہ معاشرہ ہوگا جس کا ہر فرد سلیم الطبع ہوگا وہاں کے رہنے والوں کو غیبتوں اور گالیوں اور غش گانوں اور دوسری بری آمادوں کی سماعت سے پوری نجات مل جائے گی۔ وہاں آدمی جو کچھ بھی سنے گا بھلی اور معقول اور بجا باتیں ہی سنے گا۔

اس نعمت کی قدر ہی شخص سمجھ سکتا ہے جو اس دنیا میں فی الواقع ایک پاکیزہ اور ستھرا ذوق رکھتا ہو۔ کیونکہ وہی یہ محسوس کر سکتا ہے کہ انسان کے لیے ایک ایسی گندی سوسائٹی میں رہنا کتنی بڑی مصیبت ہے جہاں کسی وقت بھی اس کے کان جھوٹ، غیبت، فتنہ و فساد، شرارت، گندگی اور شہوانیت کی بانوں سے محفوظ نہ ہوں۔

لے یہ پورا پورا اگر ایک جملہ معتزضہ ہے جو ایک سلسلہ کلام کو ختم کر کے دوسرا سلسلہ کلام شروع کرنے سے پہلے ارشاد ہوتا ہے۔ انداز کلام صاف تیار رہا ہے کہ یہ سونے بڑی دیر کے بعد ایسے زمانے میں نازل ہوئی ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے صحابہ بڑے اضطراب انگیز حالات سے گزر رہے ہیں۔ حضور کو اصحاب کے صحابیوں کو ہر وقت وحی کا انتظار ہے تاکہ اس سے رہنمائی ہو۔ امتیابی بھی حاصل ہو۔ جوں جوں وحی آئے ہیں وہی ہر وہی ہے غلطاً بڑھتا جا رہا ہے۔ اس حالت میں جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں کثرتِ لطف لاتے ہیں۔ پہلے وہ فرمان سناتے ہیں جو موقع کی ضرورت کے لحاظ سے فوراً دیکھا تھا پھر آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اشارے سے یہ چند کلمات اپنی طرف سے کہتے ہیں جن میں اتنی دیکھ اپنے حاضر ہونے کی معذرت بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حزبِ حق کی اور ستمگر خبیثات کی تائید۔ یہ صرف کلام کی اندونی شہادت ہی نہیں ہے بلکہ متعدد روایات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جنہیں ماہرینِ جبر و ابن کثیر اور صاحبِ روح المعانی وغیرہم نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

آسمانوں کا اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں پس تم اس کی بندگی کہ عبادہ اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا ہے کوئی ہستی تہا سے علم میں اس کی ہم پائی؟

انسان کہتا ہے کیا واقعی جب میں مر چکوں گا تو پھر زندہ کر کے نکال لایا جاؤں گا؟ کیا انسان کو یہ یاد نہیں آتا کہ ہم پہلے اُس کو پیدا کر چکے ہیں جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟ تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان سب کو اور ان کے ساتھ شیاطین کو بھی گھیر لائیں گے، پھر جہنم کے گرد لاکر انہیں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے، پھر برگردہ میں سے ہر اس شخص کو چھانٹ لیں گے جو حمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش بنا ہوا تھا، پھر ہم جانتے ہیں کہ اللہ میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر عائد نہ ہو۔

یعنی اس کی بندگی کے واسطے پر مضبوطی کے ساتھ چلو اور اس راہ میں جو مشکلات اور مصائب بھی پیش آئیں ان کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اگر اس کی طرف سے یا ذررائی اور ردائے تہمتی میں کبھی دیر لگ جایا کرے تو اس پر گھبراؤ نہیں۔ ایک مطیع فرمان بندے کی طرح ہر حال میں اس کی مشیت پر راضی رہو اور پسے غم کے ساتھ وہ خدمت انجام دیے جاؤ جو ایک بندے اور رسول کی حیثیت سے تہا سے سپرد کیا گیا ہے۔

۱۔ اصل میں لفظ سبھی اہتمام ہوا ہے جس کے لغوی معنی "ہم نام" کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے کیا کوئی معاملہ الہ بھی تہا سے علم میں ہے؟ اگر نہیں ہے ادم جلتہ ہو کہ نہیں ہے تو پھر تہا سے ایسے اس کے سوا اور راستہ ہی کونسا ہے کہ اُس کی بندگی کرو اور اس کے حکم کے بندے بن کر رہو۔

۲۔ یعنی ان شیاطین کو جن کے یہ چیلے بنے ہوئے ہیں اور جن کے سکھائے پڑھائے ہیں تاکہ انہیں نے یہ سمجھ لیا کہ زندگی جو کچھ بھی ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے، اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں جہاں ہیں خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی اعمال کا حساب دینا ہو۔

۳۔ یعنی ہر باغی گروہ کا لیڈر

۴۔ دارد ہونے کے معنی بعض ہدایات میں داخل ہونے کے بیان کیے گئے ہیں، مگر ان میں سے کسی کی سند بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچتی۔ اور پھر یہ بات قرآن مجید اور ان کثیر التعداد صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں مومنین صالحین کے دوزخ میں جانے کی قطعی نفی کی گئی ہے۔ غریب بات لغت میں بھی رہا ہے۔

یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچائیں گے جو دنیا میں امتقی تھے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

ان لوگوں کو حیب ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو انکار کرتے، واسے ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں: بناؤ ہم دونوں گروہوں میں سے کون بہتر حالت میں ہے۔ اور کس کی مجلسیں زیادہ شاندار ہیں؟۔ مگر ان سے پہلے ہم کسی ہی امتقی مومن کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے زیادہ سرور سامان رکھتی تھیں اور ظاہری شان و شوکت میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں۔ ان سے کہو جو شخص گمراہی میں مبتلا ہو ملے اسے رحمان مہیبل دیا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ایسے لوگ وہ چیز دیکھ جیتے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ خواہ وہ عذاب الہی ہو یا قیامت کی گھڑی۔ تب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا حال خراب ہے اور کس کا جتنا کمزور! اس کے برعکس جو لوگ راہ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو راست مدی میں ترقی عطا فرماتا ہے۔ باقی وہ جاننے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک جزا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

پھر نہ دیکھا اس شخص کو جو ہماری آیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا؟ کیا اسے حیب کا تہ چل گیا ہے یا اس نے رحمان سے کوئی عہد لے رکھا

دقیقہ ماشیہ ۳۶) اور دو کئے معنی و حوال کے ہیں ہیں۔ اس لیے اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ جنہم پرگزہ تو سب کا ہو گا مگر جیسا کہ بعد عالی آیت بتا رہی ہے، ہرگز گارنگ اس سے بچا یہے جائیں گے اور ظالم اس میں جھنجک دیے جائیں گے۔ یعنی ان کا استدلال یہ تھا کہ دیکھ لو، دنیا میں کون اللہ کے فضل اور اس کی نعمتوں سے کمزور جا رہا ہے؟ کس کے گھر زیادہ شاندار ہیں؟ کس کا سیارہ زنگی زیادہ بلند ہے؟ کس کی مغفلیں زیادہ ٹھاٹھ سے جمتی ہیں؟ اگر یہ سب کچھ ہیں میسر ہے اور تم اس سے محروم ہو تو خود سوچ لو کہ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم باطل پر ہوتے اور یوں نرے اٹلتے اور تم حق پر ہوتے اور اس طرح خستہ و در ماندہ رہتے؟

یعنی ہر آزمائش کے موقع پر اللہ تعالیٰ ان کو صحیح فیصلے کرنے اور صحیح راستہ اختیار کرنے کی توفیق بخشا ہے، ان کو برائیوں اور غلطیوں سے بچاتا ہے اور اس کی ہدایت و رہنمائی سے وہ برابر راہ راست پر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ تم مجھے غمگینا ہی گمراہ و بدکار کہتے رہو اور عذاب الہی کے ڈر مجھے دیا کرو، (باقی صفحہ پر)

ہے۔ ہرگز نہیں، جو کچھ یہ بکتاب سے اسے ہم لکھ لیں گے اور اس کے لیے نرا میں اور زیادہ اضافہ کریں گے جس سرور سامان اور لاؤشکر کا یہ ذکر کر رہا ہے وہ سب ہمارے پاس رہ جائیگا اور یہ اکیلا ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے کچھ خدا بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے پستیبان ہوں۔ کوئی پستیبان نہ ہوگا۔ وہ سب ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور اُسٹے ان کے مخالف بن جائیں گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے ان منکرین حق پرستیبا لین چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں خوب خراب نصیب حق پر آگیا رہے ہیں؟ اچھا، تو اب ان پر نازل عذاب کے لیے بے تاب نہ ہو ہم ان کے دن گن رہے ہیں۔ وہ دن آنے والا ہے جب متقی لوگوں کو ہم جہنم کی طرف ہمارے رحمان کے حضور میں پیش کریں گے اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانک کر لائیں گے۔ اُس وقت لوگ کسی سفارش پر قادر رہتے ماشیہ (۱۱۴) میں تو آج بھی تم سے زیادہ خود مختار ہوں اور اتنے بھی مجھ پر نعمتوں کی بارش ہوتی رہے گی۔ میری دولت دیکھو، میری وجاہت اور ریاست دیکھو، میرے نامہ پیشوں کو دیکھو، میری ذہنگی میں آخر تمہیں کہاں یہ آثار نظر آتے ہیں کہ میں خدا کا مقصوب ہوں؟ — یہ مکتے میں کسی ایک شخص کے خیالات نہ تھے بلکہ کفار کا ہر شیخ اور سردار ایسی خط میں مبتلا تھا۔

۱۔ یعنی اس کے جرائم کے ریکارڈ میں اُس کا یہ کلمہ غور بھی شامل کر لیا جائے گا اور اس کا نرا بھی اسے چکنا چڑھایا جائے۔ اصل میں لفظ عتقا استعمال ہوا ہے، یعنی وہ ان کے لیے سببِ عزت ہوں مگر عزت سے مراد عربی زبان میں کسی شخص کا ایسا حلقہ اور زبردست ہونا ہے کہ اس پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے اور ایک شخص کا وہ سر سے شخص کے لیے سببِ عزت بنتا ہے یعنی رکھتا ہے کہ وہ اس کی حمایت پر ہو جس کی وجہ سے اُس کا کوئی مخالف اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ ۲۔ یعنی وہ کہیں گے کہ نہ ہم نے کبھی اس سے کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو اور نہ ہیں یہ خبر تھی کہ یہ امتی لوگ ہماری عبادت کر رہے ہیں۔

۳۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی زیادتیوں پر ہم بے صبر نہ ہو جان کی شامت قریب آگئی ہے۔ پیانا بھرا چاہتا ہے۔ اللہ کی دہی ہوئی بہت کے کچھ دن باقی ہیں، انہیں پھل مٹا لینے دو۔

نہ ہونگے بجز اُس کے جس نے رحمان کے حضور سے پروانہ حاصل کر لیا ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے کسی کو ٹیٹا بنایا ہے۔ سخت بیہودہ بات ہے جو تم لوگ گھڑلائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پھاڑ گرجائیں، اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لیے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا؛ رحمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو ٹیٹا بنائے۔ زمین اور آسمان کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔ سب پر وہ محیط ہے اور اس نے ان کا شمار کر رکھا ہے۔ سب قیامت کے بعد فردا فردا اس کے سامنے حاضر ہونگے۔

یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں عنقریب رحمان اُن کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔ پس اُسے محمد! اس کلام کو ہم نے آسان کر کے تمہاری زبان میں اسی بے مثال کیا ہے کہ تم ہرگز گامِ دل کو خوشخبری دے دو اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈھا دو۔ ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، پھر آج کہیں تم ان کا نشان پاتے ہو یا اُن کی جھنک بھی کہیں سنائی دیتی ہے؟

لہٰذا یعنی سفارش اسی کے حق میں ہوگی جس نے پروانہ حاصل کیا ہو، اور وہی سفارش کر سکے گا جسے پرعانہ ملا ہو۔ آیت کے الفاظ سے میں جو دلوں پہلوؤں پر کیساں روشنی ڈالتے ہیں۔

یہ بات کہ سفارش صرف اسی کے حق میں ہو سکے گی جس نے رحمان سے پروانہ حاصل کر لیا ہو، اس کا "اسب" ہے کہ جس نے دنیا میں ایمان لاکر اور خدا سے کچھ تعلق جوڑ کر اپنے آپ کو ناس کے غم و درد گند کا مستحق بنایا ہو۔ اور یہ بات کہ سفارش وہی کر سکے گا جس کو پروانہ ملا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے جن جن کو اپنا شفیع اور سفارشی سمجھ لیا ہے وہ سفارشیں کرنے کے مجاز نہ ہونگے بلکہ خدا خود جس کو اجازت دیگا وہی سفاعت کے لیے زبانِ قبول سکے گا۔ لہٰذا یعنی آج تک کی گئیں میں وہ ذلیل و رسوا کیے جا رہے ہیں، مگر یہ حالت دیر پا نہیں ہے، قریب ہے وہ وقت جبکہ ہر حال صالح اور اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے وہ محبوبِ خالق ہو کر رہیں گے۔ دلِ مان کی طرف کچھیں گے۔ دنیا اُن کے آگے چلیں بچائے گی۔